امور سیاسیہ اور اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Political Affairsand Modelof Excellence HazratMuhammad SAW

ڈاکٹر فرحت عزیز، ڈاکٹر خاور سلطانہ[1]

Abstract

The life of Hazrat Muhammad SAW gives eternal light to mankind in every Walk of life. This article reflcts different aspects of successful political life of ofHazrat Muhammad (SAW).Hazrat Muhammad (SAW) established the foundation of Madinah as an islamic state. In this islamic state only sovereignty holder is Allah Almighty and all powers only belongs to Him.He is the source of all legislation in the form of Quran. Man is Allah s caliph on earth.Anotherexamplarytriats of Him (SAW) includes open consulatation (Shura). The Quran and the prophet (SAW) encouraged Muslims to decide their affairs in consultation with these who will be affected by the decision.The third principle of islamic state was Justice. He (SAW) proved that islamicinjuctions strengthen the right of Muslims as well as non muslims.punishment is also declared in islamic law for prevention of any violation. The purpose of islamic state was enforcement of Divine law. Human rights have been granted by Allah Almighty.They are The right of life, to live in diginity, to equal protection of law, the right of Choice, privacy and basic necessities of life. Integrity, honesty and trust are key Islamic values taught and practised by Prophet Muhammad (SAW). He (SAW) also practised delegation of power. the objective of leadership lies in His message to invite humans to the ways of Islam. All leaders should exemplify the positive values of Holy Prophet (SAW) and fulfill their responsibility to serve the people.

1۔ ایسوسی ایٹ پروفیسرز، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

اسلام نے سیاسی زندگی کی ترتیب و تمدن اور تعمیر و اصلاح کے لیے جو معاشرتی ادارے قائم کیے ہیں ان میں سے ایک سیاسی ادارہ ریاست بھی ہے۔ انسانی زندگی میں رہنمائی کے لیے وحی الٰہی کو سند کیا گیا اور سب سے آخری اور جامع وحی قرآن کریم کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"ان الدين عند الله الا اسلام"۔1 بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور اسلامی اجتماعیت قائم رکھنے کے لیے اسلامی حکومت کے وجود کا ہونا لازم و ملزوم ہے۔ اس بات پر گویا امت کا اجماع بھی ہے۔ اس اجماع کے تحت اسلامی معاشرے کے افراد کو مل کر بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ ریاست کے ادارے کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اسی لیے امام الماوردی نے اسلامی ریاست میں امام کے مقرر ہونے کو ضروری قرار دیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"الأسلام و السلطان اخوان لو امان"۔2

یعنی اسلام، حکومت اور سلطنت توام بھائی ہیں اور ریاست اصل میں ریاست اور اس سے متعلقہ امور کا نام ہے۔ اسلامی ریاست میں معاشرتی نظم و ضبط کی ذمہ داری چونکہ ریاست کے قائد اعلیٰ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے ریاست کی ہیت ترکیبی خاندان اور مذہبی ادارے سے قدرے مختلف ہوتی ہے ریاست زمین کے کسی بھی خطے پر رہنے والے افراد کے مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات کو منضبط اور ان کے مفادات و مقاصد کو ہم آہنگ کرنے کا نام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے قائد اعلیٰ کی حیثیت سے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور سیاسی نظام کے اسلامی ہونے پر بہت توجہ مبذول کی یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاست کی اصلاح و انقلاب کے حوالہ سے اسے ایک نیا رنگ دیا جو کہ وحی الٰہی کی ہدایت پر مشتمل ہے اس مقالہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی کے اصولوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ موجودہ حکمران ان اصولوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو نہ صرف محسوس کریں بلکہ اپنے عمل بھی وحی الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے حاصل کردہ ہدایات کو اسلامی ریاست میں نافذ کریں۔ ویسے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے بے شمار رہنما اصول ہیں تاہم اس مقالہ میں چند بنیادی اصولوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

حاکمیت الٰہی:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی کے مطابق حاکم و محکوم کی تفریق غلط ہے۔ حاکم صرف اللہ کی ذات ہے۔ اور انسان اس کا انتظامی نائب ہے یعنی خلیفہ ہے۔ لہٰذا خلیفہ مالک نہیں بلکہ منتظم ہے۔ اسے خود بھی اسلامی احکام کو نافذ

کرنا چاہیے۔اور معصیت خداوندی سے اجتناب کرنا چاہیے۔اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنی چاہیے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

"إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ "۔3 حکم صرف اللہ کا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ۔

" فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ"4 تو حکم صرف اللہ ہی کا ہے جو (سب سے اوپر) اور (سب سے) بڑا ہے۔

ایک آیت قرآنی میں یوں بھی آتا ہے کہ۔

" أَلَا لَهُ الْحُكْمُ "5 سن لو کہ حکم اسی کا ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے کہ۔

مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۔6 ملک کا مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔

اسلامی نظام سیاست میں خلیفہ یعنی حکمران کو اگرچہ مرکزی حیثیت حاصل ہے لیکن اس کا یہ مرکزی مقام اختیارات کے ارتکاز کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک قوت نافذہ کے طور پر ہے۔اس کا بنیادی فرض ہے کہ وہ احکام الٰہی کو نافذ کرے اسلام کے خلاف امور کو روکے اسلامی نظریہ حیات کے تحفظ کے لیے کوشاں رہے۔نظام صلوۃ و زکوۃ قائم کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اطلاق کرے۔قرآن نے خلیفہ کی اس حیثیت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ "۔7 یہ (اہل ایمان لوگ وہ ہیں) کہ اگر ہم ان کو اس زمین میں اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

گویا خلیفہ کے لیے احکام الٰہی کے نفاذ کی ذمہ داری اتنی اہم ہے۔اسلام نے اس کے لیے باقاعدہ سمع وطاعت کا ایک مکمل نظام قائم کردیا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ما منْ امّیّ ولیّ عن امرالناس نسیألم یحفظهم بما حفظ به نفسه واهله إلالم یجد رائحه الجنة "8 کہ میری امت کا جو شخص لوگوں کے معاملات میں سے کسی امر کا والی بنا پھر

اس نے ان لوگوں کو ان امور سے نہ بچایا جن سے اپنے آپ کی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو وہ جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے تمام باشندوں کی اس بات کا پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خلیفہ یا امیر کی اطاعت کریں۔ خلیفہ کی اطاعت کو اللہ اس کے رسول کی اطاعت کی کی طرح فرض کر دیا گیا۔ لیکن فرق یہ رکھا گیا امیر کی اطاعت اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماتحتی میں ہو گی۔ اور معصیت الٰہی میں خلیفہ کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

"لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق "9 خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔

اس لیے خلیفہ قائد وقت کی اصل حیثیت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام وضوابط کو نافذ کرنے کی ہے۔ تمام افراد معاشرہ پر اس کی اطاعت فرض ہو گی، چاہے افراد معاشرہ کے ذاتی افکار و طبیعتیں مائل ہوں یا نہ ہوں۔ اور قائد وقت اگر قرآن وسنت کے مخالف حکم دے تو اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی۔ ایک اور جگہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ:

> "السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب و كره مالم يو مربمعيصة فإ ذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة "-10 مسلمان مرد کو (امام کا حکم) سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے جب تک کہ اس کو گناہ کا حکم نہ کیا جائے تو نہ سننا چاہیے اور نہ ہی اطاعت کرنی چاہیے۔

اور اگر وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ نائب کے اختیارات اور ذمہ داریوں کہ حدود سے تجاوز نہ کرے تو قرآن میں اس کی اطاعت کی تائید عام ہے۔

> "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ "-11 اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی بھی اطاعت کرو جو ان میں سے صاحب (امر) اختیار والے ہوں۔

اس قدر تاکید کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ امیر کی اطاعت کا تذکرہ کیا ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

"من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله ومن اطاع أميری فقد اطاعنیومن عصی أ ميری فقد عصانی"۔12 جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقناً اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے یقیناً میری نافرمانی کی۔

عن أنس بن مالك ﷺ قال رسول الله -ﷺ اسمعوا وأطيعوا،وإن استعمل عليكم عبد حبشي، كأن رأسه زبيبة13 انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم مقرر کر دیا جائے، جس کا سر کشمش کی طرح (چھوٹا سا) ہو۔"

اسلام نے سیاسی حکمرانی کے جو اصول دیے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ حاکم کی اطاعت مطلقاً نہیں ہے بلکہ یہ اطاعت اس وقت محدود ہو جاتی ہے جب کوئی ناجائز طریقے سے حکمران بن بیٹھے۔ تو اسلام اس قائد کی اطاعت ضروری قرار نہیں دیتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی سے نظام حکمرانی کے لیے کوئی طے شدہ معیار نہیں ملتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائد وقت تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لیے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ علالت کے دوران صرف امامت کی ذمہ داری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی۔ اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت کی روشنی میں تیار شدہ لوگوں کو روح اسلام سے متعلق سیاسی حکمرانی قائم کرنے کا خوب فہم و ادراک تھا۔

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر بحث جاری تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا۔ اور اس حوالے سے گیارہ صحابہ سے مشورے کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ وصیت لکھوائی جسے مجمع عام میں مسجد نبوی میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اور لوگوں نے بالاتفاق اصرار کیا کہ وہ حضرت عمر کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔14

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ان سے جانشینی کی درخواست کی تو انہوں نے ایک چھ رکنی کمیٹی تشکیل دے دی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ سبھی حضرات کی خدمات برائے دین اسلام مسلمہ تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان چھ افراد میں سے

جس کی خلافت پر کثرت رائے سے اتفاق ہو جائے اسے امیر بنانا اور اس کے بعد اگر کوئی خلافت کا دعویٰ کرے تو اسے قتل کر دینا۔ ان میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر اتفاق ہوا اور وہ خلیفہ بنے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ وہ مسند خلافت پر متمکن ہوں۔ انہوں نے انکار فرمایا اور کہا کہ یہ تم لوگوں کا کام نہیں بلکہ یہ تو اہل شوریٰ کا کام ہے۔ بہر حال کچھ دیر کے بعد وہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں مجمع میں عام مسلمانوں نے اپنا خلیفہ تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ صدر اسلام کے خلفاء کا تصور قائد اور حکمرانی تھا، وہ بلا شُبہ اقتدار کو اللہ کی طرف سے مقدس سمجھتے تھے۔ اور خود کو تمام انسان اور مسلمانوں کے امور کا نگہبان جانتے تھے۔ اگر رائج الوقت سیاسی نظام کا اسلام کے سیاسی نظام سے جائزہ لیا جائے تو عامۃ الناس سیاست اور مذہب جیسے الفاظ کے فرق کا شعور برائے نام ہی رکھتے ہیں۔ اسی سیاسی نظام کی سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ سیاسی قائدین صرف پارٹی کا مفاد مقدم رکھتے ہیں اس کے لیے وہ غلط امور پر بھی ساتھ دیتے ہیں مثلاً پارٹی کے انتخابات میں جیتنے کے لیے اشتہارات پر بے جا پیسے کا استعمال ہوتا ہے۔ اور جو پارٹی جیتتی ہے وہ ملکی خزانہ سے بے شمار روپیہ لوٹ لیتی ہے۔ تاکہ آئندہ انتخابات میں اس پارٹی کی حیثیت اور ساکھ قائم رہے۔ جب کہ قائد اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق مجلس شوریٰ کے ارکان کو دین کا فہم رکھنے کے ساتھ ساتھ صاحب بصیرت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں بھی دین الٰہی کی ترویج کے لیے اقدامات کرنے ضروری ہیں۔ تاکہ وہ اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے وقت قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کر سکیں اور قابل مذہبی بصیرت رکھنے والے قائدین کا انتخاب ممکن بنا سکیں، جو اسلامی تعلیمات کو نافذ کر سکیں۔ اور عوام الناس میں بھی مذہبی شعور و بیداری کو قائم کرنے کے لیے اقدامات کر سکیں۔

نظام شوریٰ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام سیاست سے دوسری اہم چیز جو سامنے آتی ہے وہ اسلامی ریاست میں شوریٰ کا نظام ہے۔ یہاں کسی قائد یا امیر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے احکام نافذ کر سکے۔ اسے احکام خداوندی کی پیروی کرنا ہو گی اور اجتہاد و استنباط سے مسائل کا حل اور اس کے نفاذ میں اسے مقتدر اور ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنا ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

" وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ "۔15 اور ان کا کام آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ " ۔16اور معاملات میں ان سے مشورہ لے۔ پھر جب پختہ ارادہ کرے تو اللہ پر ہی بھروسہ کرو۔ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے تمام امور میں شوریٰ کو بہت اہمیت دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ تشریف لائے اور اسلامی سلطنت کی تشکیل وتاسیس فرمائی اور مسجد نبوی کا قیام عمل میں آیا، تو یہ امر بھی زیر بحث آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے کیسے بلایا جائے چنانچہ شوریٰ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اور مجلس مشاورت کے ذریعے لوگوں کو حی علی الفلاح، کا پیغام پہنچانا طے پایا۔ اور نماز کے اجتماع کے لیے اذان کا حکم دیا جاتا۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے سال پیش آیا۔

اسی طرح ہجرت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبہ میں شوریٰ کو بہت اہمیت دی۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :

اجمعوا له العابدين من المؤمنين واجعلوه شورى بينكم ولا تقضو افيه برأ ى واحد 17 میری امت کے عابد لوگوں کو جمع کر کے باہمی مشورہ کرو اور کس ایک رائے پر اظہار نہ کرو۔

تاہم اسلامی نظام سیاست میں شوریٰ کی بہت زیادہ اہمیت کے باوجود شوریٰ کی حدود بھی متعین ہیں۔ اسلامی شوریٰ کا دائرہ اختیار انہی امور تک ہے۔ جن کے بارے میں کتاب وسنت کا صریح اور واضح احکام موجود نہ ہو اور شوریٰ کتاب وسنت کے عمومی اصولوں کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرے۔

اسلام میں ایسا شخص جو عہدہ کا طالب ہو یا درخواست کرے تو نااہل ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

"أن لا تولى هذا من ساله ولا من حرص عليه"۔18 ہم اس کو حاکم نہیں مانتے جو خود حکومت کی درخواست کرے یا اس کی لالچ کرے۔

امت مسلمہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نظام مشورہ کے ذریعے عام انسانوں سے اور مجلس شوریٰ میں خصوصاً کسی قائد کا انتخاب کر سکتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے سر براہ پر اپنے منصب کے لحاظ سے دوہری نیابت کے فرائض ادا کرنے لازم ہیں۔ وہ ایک طرف احکام الٰہیہ کے مطابق عملاً نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے تو دوسری طرف وہ مقتدر اعلیٰ کے حقیقی نائبین یا خلفاء کا منتخب نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ان کا بھی نائب ہے۔ اس دوہری نیابت کے معنی یہ ہیں۔ کہ سر براہ حکومت ایک طرف خدا کے سامنے اور دوسری طرف خدا کے بندوں کے سامنے جوابدہ ہے۔ اس کی یہ حیثیت اس کے اپنے ارادہ اختیار کا دائرہ محدود کر دیتی ہے۔

دور جدید میں بھی متعدد مفکرین و مصلحین نے اسلامی سیاسی نظام کو موضوع بحث بناتے ہوئے شوریٰ کے نظام کو اہل حل و عقد اور اہل الاجماع کے ناموں سے بھی تعبیر کیا ہے۔ جن میں مشہور علامہ رشید، علامہ اقبال، علامہ اسد وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا موجودہ دور میں شوریٰ کے نفاذ کو اہل قائدین کو منتخب کر کے کام کرنے کے مواقع دیے جا سکتے ہیں۔

عدل وانصاف:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاسی نظام میں تیسرا اہم اصول عدل وانصاف ہے۔ کسی دشمنی کسی مفاد اور کسی خواہش کی وجہ سے اسے مجروح نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ درج ذیل آیات میں آتا ہے۔ کہ؛

> "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى "۔20 اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقوی سے قریب ہے۔
>
> إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۔21اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ؛

> "إنما هلک من کان قبلکم أنهم کا نو ایقیمو ن الحد علی الو ضع ویترکون علی الشریف ۔ والذی نفسی بیده لو فاطمة (بنت محمد) فعلت ذلک لقطعت یدها"۔22 تم سے پہلے جو امتیں گذری ہیں وہ اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم درجہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کریں تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

اجتماعی عدل وانصاف کا قیام اسلامی ریاست میں قائد کی انتہائی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ جو ریاست اجتماعی عدل کے قیام میں ناکام ہو جائے اس کو ایک فلاحی ریاست قرار نہیں دیا جا سکتا، ایسی صورت میں حکمران ہی ذمہ دار ہوں گے۔ اسلامی ریاست میں اجتماعی عدل وانصاف کی فراہمی اور کامیابی اصل میں حاکم اعلیٰ کی کامیابی ہے۔ نبی ﷺ نے جن سات آدمیوں کا تذکرہ کیا فرمایا کہ قیامات کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہو گا تو ان کو اللہ تعالی کے عرش کے سائے میں جگہ نصیب ہو گی ان میں سے پہلے عادل حکمران ہیں۔23

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے قائد اعلیٰ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کبھی قانون سے بالاتر نہ سمجھا آپ نے کئی مواقع پر اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کیا۔ وفات سے قبل آپ ﷺ بیماری کی حالت میں مسجد میں تشریف لاتے اور فرماتے ہیں۔

"اے لوگو اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کبھی کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے، اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم سے کوئی شخص یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاوں گا میری یہ شان نہیں"

قائد اعلیٰ ﷺ کی متعدد احادیث میں عہدوں اور مناصب کو امانت قرار دیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ ملکی قوانین میں بھی عدل اجتماعی کو قائم رکھنے کے لیے ضمانت دی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگیوں میں ہر کوئی عملی طور پر عدل اجتماعی کو ممکن بنانے کی کوشش کرے۔

قانون الٰہی کا نفاذ:

اسلامی حکومت کے خلیفہ یا قائدین کو قرآن وسنت کی پیروی کروانے کا اختیار حاصل ہے البتہ اس کے آزادی اختیار پر ایک اور قدغن اسلام نے یہ لگادی ہے کہ وہ قانون سازی نہیں کر سکتا یعنی یہ اختیار کہ وہ دستور الٰہی میں کسی ترمیم و اضافہ کی آزادی نہیں دیتا۔ انسانوں پر انسانوں کا بنایا ہوا کوئی ضابطہ اسلامی نقطہ نظر سے قابل قبول نہیں صرف قرآن وسنت کی صورت میں حقوق و فرائض کا جو ناقابل ترمیم و تنسیخ ضابطہ مالک حقیقی نے عطا فرمایا ہے سربراہ حکومت صرف اس کی اطاعت کرے اور عوام سے اطاعت کرانے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

> " اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ "۔25 اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اس کی پیروی کر اور دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو۔

یہ اصول اسلامی معاشرے میں قائدین کے دائرہ اختیار کو بہت محدود کر دیتا ہے۔اور اس کی پابندی کرنے کے لیے اتنا سخت حکم دیا کہ جو لوگ اس سے انحراف کریں گے ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ " ۔26 جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

اسلام قانون سازی کے اختیار کو محدود کرنے کے ساتھ ساتھ تشریح قانون آزادی پر بھی پابندی عائد کرتا ہے۔ اسلامی قانون کی وضاحت کرتے ہوئے ذاتی مزاج و میلان کا لحاظ رکھنے۔ الفاظ کو الٹ پھیر کرنے، اپنی ذاتی خواہش کے مطابق تشریح کا انداز اپنانے اور تاویل و تحریف کے ذریعے نئی تعریفات و معانی کے تلاش کرنے کے جتنے بھی امکانات ہو سکتے ہیں، اسلام ان سب کا قلع قمع کرتا ہے۔اور قانون اسلامی کی تشریح کا ایک معیار مقرر کرتا ہے۔ تمام انسان بشمول سربراہ حکومت اس امر کے پابند ہیں کہ پوری ذہنی آمادگی اور قلبی لگاؤ کے ساتھ اور بغیر کسی جبر و کراہ کے احساس کے قرآنی تشریح و تعبیر کے عملی نمونہ رسول اقدس ﷺ کی ذات گرامی کو بطور معیار کے سامنے رکھیں۔اس لیے کہ ہدایت و رہنمائی اور قیادت و حکمرانی کا اصل ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی ہے۔ لٰہذا قرآن نے بہت سارے مقامات پر رسول اللہؐ کی بطور شارح حیثیت کو واضح انداز میں کیا ہے۔

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللهَ "۔27

یعنی نفاذ قانون کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے خلیفہ اپنی ذاتی میلان و مزاج اور فہم و شعور کو بطور قانون استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا وہ اس بات کا پابند ہے کہ اپنی ساری صلاحیتیں نفاذ قانون میں صرف کرے۔یہی خصوصیت اس کی اطاعت کو عام مسلمانوں کے لیے لازمی اور ضروری شرط قرار دیتی ہے۔اور جہاں کہیں دائمی ضابطہ و قانون میں ترمیم و اضافہ یا اس سے انحراف کا ارتکاب ہو اس سے خلیفہ کا صرف حق اطاعت ہی ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس کو خلیفہ رہنے کا کوئی حق بھی اسلام نہیں دیتا ایسا شخص ہر صورت میں معزول کر دیا جائے گا۔اور مسلمان باہمی مشورے سے دوسرا امیر منتخب کر لیں گے۔اگر اس کا انحراف نفاذ قانون اور حکم اطاعت کے علاوہ ذاتی اعمال میں کوتاہی تک جا پہنچے تو پھر اس کو معزول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف تلوار اٹھانا بھی اسلام نے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

"إنه يستعمل عليكم امرا ء متعرفون وتنكرون فمن كره فقد برى ومن انكر فقد سلم ولكن من رضى و تابع قالو ا يا رسول الله الا نقا تلهم قال لاصلو ا"۔28 تم پر ایسے لوگ بھی حکومت کریں گے۔جن کی بعض باتوں کو تم معروف پاؤ گے۔اور بعض کو منکر، تو جس نے ان کے منکرات پر اظہار ناراضگی کیا وہ بری الذمہ ہو گیا اور جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بھی بچ گیا۔مگر جو ان پر راضی ہوا اور پیروی کرنے لگا (وہ ضرور پکڑا جائے گا) صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا۔ پھر جب ایسے احکام کا دور آئے تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔

اولی الامر کی اس مشروط اطاعت نے قائدین کے لیے اس امر کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے مقرر کردہ حقوق پر دست درازی کر سکیں۔ وہ اسی وقت تک واجب الاطاعت ہیں جب تک ان کے حقوق کا احترام کریں اور ان کے منافی کوئی اقدام نہ کریں۔ اگر وہ اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوں تو ان کی اطاعت سے بری الذمہ ہے اور وہ جو ابا ًانہیں منصب امارت سے ہٹانے کی جدوجہد میں حق بجانب ہوگی۔ یہ حدود و شرائط اطاعت کے مقابلے میں شہریوں کو آزادی رائے کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

دور جدید میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نیب کے ادارے کو زیادہ موثر فعال اور خود مختار بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ ادارے سیاستدانوں اور بیوروکریسی کی بدعنوانیوں کا خاتمہ کر سکے۔ ایسی قانون سازی کرنے کی بھی ضرورت ہے جو بدعنوان سیاستدان رہنمائوں کو ہمیشہ کے لیے نااہل قرار دے۔ آئین کی دفعات کو خاص طور پر فعال بنانے کی ضرورت ہے تاکہ نااہل اور بدعنوان لوگ اسمبلیوں میں منتخب نہ ہو سکیں۔ اور قانون الٰہی کا نفاذ کر سکیں۔

حقوق انسانی کا تحفظ:

نبی کریم ﷺ قائد اعلیٰ کی شخصیت سے سیاسی نظام کے متعلق اہم اصول یہ بھی ملتا ہے۔ کہ اسلامی ریاست میں حقوق انسانی کا تحفظ کیا جائے۔ جس معاشرے کے اندر تمام انسانوں کو اپنے بنیادی حقوق حاصل کرنے کی آزادی کی ضمانت نہ دی گئی ہو اس معاشرے میں امن کا قیام ناممکن ہے۔ انسانی حقوق اور قیام امن لازم و ملزوم ہیں۔ جس کا ذمہ دار اسلامی ریاست کا قائد ہے۔ اور اگر وہ اپنی رعایا کے حقوق اور آزادی کا خیال نہیں رکھتا تو اسے احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کرنا لازم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حاکم یعنی ریاست کے قائد اعلیٰ کو رعایا کے حقوق کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

> " ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فا لامير الذى على الناس راع وهو مسئول عن رعيته "۔29 خبردار تم میں سے ہر شخص رعیت والا ہے اور ہر رعیت والے سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا امام جو کہ تمام لوگوں کا نگہبان ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جہاں بھی چند انسانوں کی جمعیت ہوگی وہاں باہمی معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی اور جبر کا امکان بہر حال موجود ہوگا۔ ممکن ہے کہ طاقتور لوگ اپنی طاقت کے بل بوتے پر کمزوروں کو اپنے ظلم و زیادتی کی لپیٹ لینے کی کوشش

کریں۔اسلامی ریاست کے سربراہ کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ کسی بھی رعایت کے بغیر رعایا میں ہر ایک کے حقوق کا تحفظ کرے اور اس امر کی ضمانت دے کہ کوئی انسان کسی انسان کی آزادی پر حملہ نہ کر سکے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی واقعہ شخصی آزادی کے تحفظ کے لیے کافی ہے۔

"عن بهر بن حكيم عن أبيه انه اى جده قام الى النبى ﷺ ومو يخطب فقال جير انى بمااخذوا ؟ فأ عرض عنه مرتين ، ثمّ ذكر شيئا فقال النبى ﷺ خلوّ اليه جيرانه" ۔30 بہر بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ خطبہ دے رہے تھے۔انہون نے سوال کیا کہ میرے پڑوسیوں کو کس قصور میں گرفتار کیا گیا ہے۔نبی ﷺ نے دو مرتبہ اس سے صرف نظر کیا تو اس شخص نے پھر کچھ کہا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

اسی طرح میثاق مدینہ آزادی رائے اور مسلک کی آزادی کا بہترین نمونہ ہے۔اس کے علاوہ پورا خطبہ حجۃالوداع انسانی حقوق کے تحفظ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔اسلامی ریاست کے قائدین پر عوام الناس کے پانچ حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔

(1)تحفظ دین (2) تحفظ جان (3) تحفظ عزت وعظمت

(4) تحفظ نسل انسانی (5) تحفظ مال

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ

"یہ بڑی معنی خیز حقیقت ہے کہ اسلام کے تعزیری قانون میں جن حدود کے تحفظ کو قرآن وسنت نے سزاؤں کے تعین کے ساتھ طے کر دیا وہ یہی پانچ مقاصد ہیں۔دنیا کے دوسرے تعزیری قوانین میں سینکڑوں نہیں ہزاروں جرائم اور ان کی سزائیں ہیں۔لیکن اسلام نے جن جرائم اور ان کی سزاؤں کو حدود کا مقام دیا وہ یہی پانچ چیزیں ہیں۔دین وایمان کی حفاظت کے لیے نسل کے تحفظ کے لیے زنا اور قذف کی حدود عقل کے تحفظ کے لیے تحریم خمر اور شراب کی حد اور مال کے تحفظ کے لیے سرقہ اور حرابہ کی حدود۔یہ حدود محض سزائیں نہیں ہیں۔مقصود سزا دینا نہیں۔ مقصد ان بنیادوں کا تحفظ ان کی مضبوطی اور انسانی زندگی کو عدل وانصاف اور عزت وبرکتوں سے مالا مال کرنا ہے اس اسلامی قانون اور حدود اللہ کا اطلاق قائدین اور عوام الناس دونوں پر ہوتا ہے قائد وقت جو کچھ چاہے وہ کرنے کے لیے آزاد نہیں بلکہ وہ خود ایک قانون کا پابند ہے۔اس کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ اس قانون کو نافذ کرے۔31

شخصی آزادی کے ساتھ ساتھ رائے اور مسلک کی آزادی بھی اسلامی ریاست میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اور مسلک اور رائے کو مذہبی اور سیاسی دائروں میں تقسیم کر لینے سے ریاست کی تنظیمی فعالیت کا اندازہ زیادہ بہترین طریق سے ہو سکتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست میں مسلم و غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا قائد وقت کی ذمہ داری ہے۔تاکہ اسلامی ریاست عملی لحاظ سے ملکی اور غیر ملکی سطح پر قرآن و سنت کے نفاذ کا منظر پیش کر سکے۔

خلاصہ بحث:

اس مقالہ میں نبی کریم ﷺ کی سیاسی زندگی کے رہنما اصول مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ویسے تو آپ ﷺ کی سیاسی زندگی کے بے شمار رہنما اصول و واقعات ہیں تاہم اس مقالے میں صرف چھ بنیادی سیاسی اصولوں کو زیر بحث لایا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

1- حاکمیت الٰہیہ

2- نظام شوریٰ

3- عدل انصاف کی فراہمی

4- قانون الٰہی (شریعت) کا نفاذ

5- حقوق انسانی کا تحفظ

6- شخصی آزادی (حفظ دین، حفظ مال، حفظ عزت، حفظ نسل انسانی، حفظ جان وغیرہ)

ان اصول و قونین کو اپنا کر ہی دور جدید کے قائدین ملک میں امن و امان قائم کر سکتے ہیں۔اور اپنی صلاحیتوں کو قرآن اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں استعمال کر کے نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر بھی اچھے اسلامی رہنما ثابت ہو سکتے ہیں اور صحیح اسلامی ریاست کا ایک نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔

سفارشات:

- نبی ﷺ کی سیاسی زندگی کے رہنما اصولوں کو سمجھتے ہوئے حکمران و قائدین نفاذ قانون الٰہی کو ممکن بنا ئیں۔ایسے حکمران و قائدین جو قرآن و سنت کی ہدایت و بصیرت نہیں رکھتے، کا محاسبہ کیا جائے وران کو نااہل قرار دیا جائے اس سلسلے میں خلفائے راشدین کے منتخب ہونے والے طریقہ کار کو مد نظر رکھا جائے۔تاہم اس کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں بھی مذہبی تعلیم و بصیرت پیدا کرنے کے لیے ملکی و عالمی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔اسلامی ریاست عوام الناس کے لیے صحیح مذہبی تعلیم کا نفاذ کرے۔

❖ پاکستان میں اسلامی (لیڈر شپ) حکمرانی نہ ہونے کی ایک اہم وجہ عوام الناس کی ناخواندگی اور جہالت بھی ہے۔ اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں کی سطح تک ایسی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ جس کا مقصد صرف ڈگریوں کا حصول ہی نہ ہو۔ بلکہ طالب علم اپنی ذاتی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا نفاذ کر سکیں۔ اور دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔

❖ شوریٰ کے نظام کو مؤثر بنانے کے لیے دور حاضر میں مسجدوں کی اہمیت اور باجماعت نماز کی ادائیگی کو تما مسلمانوں کے لیے لازم کیا جائے۔ اور جمعہ اور عیدین کے خطبات کے ذریعے عوام الناس میں اسلامی تعلیم و تربیت کو ممکن بنایا جائے۔ تاکہ آئمہ کرام ان خطبات کے ذریعے عوام الناس کی فکری و مذہبی تطہیر کر سکیں۔ لیکن ضروری یہ ہے کہ ان خطبات میں صرف قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمہ باتوں کی تعلیم دی جائے تاکہ عوام الناس کی فکری ہم آہنگی اور ملی یکجہتی کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست سے فرقہ واریت اور تعصب کا بھی خاتمہ کیا جائے۔ تمام قائدین کو یہ بات باور کروائی جائے کہ وہ اپنے عہدوں اور مناصب کو امانت سمجھیں اور عدل و انصاف کی فراہمی کو عوام الناس تک ممکن بنائیں تاکہ ملکی و عالمی سطح پر اسلامی بھائی چارہ کو فروغ دیا جائے۔

❖ اسلامی ریاست کے قائدین ہر شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ آج کل رائے عامہ کی تشکیل کے لیے ذرائع ابلاغ کا کردار اہم ہے۔ لہٰذا ٹی وی، کیبل، انٹرنیٹ پر قائدین مثبت، بامقصد اسلامی پروگراموں کو ممکن بنائے تاکہ قانون الٰہی کا نفاذ ممکن بنایا جاسکے۔ اور لوگوں کے فکر و عمل کی آبیاری کی جاسکے۔

❖ اسلامی ریاست میں قائدین وقت پر انسانی حقوق کا تحفظ بھی لازم ہے۔

حواشی و حوالاجات

1۔ آل عمران، ۳ :۱۹

2۔ المتقی ، الهندی ,علاء الدين،كنز ا لعمال سنن الاقوال و الافعال ، دار الكتب علمية ۔بيروت،۱۴۱۹۔ ولا ء بی نعیم ، فضيلة العادلين ، الرئسية ، تنزيل الملتية ، مستودع الكتب شرح البر نا مبح ،ح ن 39: ،ج۱،ص۱۵۳۔

3۔ سورۃ یوسف ۱۲: ۴۰

4۔ المؤمن ۴۰: ۱۲

5۔ سورۃالانعام ٦: ٦٢

6۔ آل عمران ٣: ٢٦

7۔ سورۃالحج ٢٢: ٤١

مزید تفصیل کے لیے:-خالد علوی،ڈاکٹر،اسلام کا معاشرتی نظام،الفیصل ناشران وتاجدان کتب لاہور،ص ٧٤-٧٣

-خالد علوی،انسان کامل صلی اللہ علیل وآلہ وسلم،الفیصل ناشران وتاجدان کتب لاہور،٢٠٠٥،ص ٤٣٨-٤٤٧

8۔ طبرانی ابی قاسم سلیمان بن احمد،المعجم الصغیر،السلفیۃ،ب-ت،ج٨،ص ١٦٠

9۔ خطیب التبریزی،محمد بن عبداللہ،مشکوۃالمصابیح،المکتب الاسلامی،دمشق،١٩٦١،کتاب الامارۃ،ج٣،ص ٢٢٣

10۔ بخاری، صحیح بخاری،دارابن کثیر بیروت،١٩٩٠،الطبعۃالرابعۃ،باب السمع والطاعۃبلاامام مالم تکن معصیۃ۔

11۔ سورۃالنساء ٤: ٥٩

12۔ بخاری، صحیح بخاری ، کتاب الاحکام باب قول اللہ اطیوا للہ و اطیعوالرسول، ج٢،ص ١٦٢۔

13۔ ایضا باب و الطاعۃ ءلا مام ما لم تکن معصیۃ ،ج٤٢٧

-ڈاکٹر محمد حمیداللہ،اسلامی ریاست،عہد رسالت کے طرز استدلال سے استشہاد،زاہد بشیر پرنٹرز لاہور،١٩٩٢

14۔ طبری،ابو جعفر محمد بن جریر. تاریخ الامم و الملوک ، المطبعۃ الاستقامۃ القاہرۃ. ١٩٣٩، ص618

تفصیل کے لیے دیکھیں۔

- محمد اسحاق صدیقی۔اسلام کا سیاسی نظام، مجلس،بحوث وتحقیق اسلامی،کراچی،١٩٨١،ص ٢٧

- وسید مودودی،اسلامی ریاست،فلسفہ،نظام کاراوراصول حکمرانی مرتبہ،خورشید احمد،اسلامک پبلیکیشنزپرائیویٹ لیمیٹڈ دسمبر ٢٠٠٦ء

- نعیم صدیقی، محسن انسانیت،ادارہ مطالعہ وتحقیق،لاہور،اکتوبر ٢٠٠٤

15۔ سورۃالشوری ٤٢: ٣٨

16۔ سورۃآل عمران ٣: ١٥٩

17۔ حامد الانصاری،اسلام کا نظام حکومت، طبع لاہور، ص ٣١٩،ابن قیم الجوزیۃ،عبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام لاموقعین مطبعۃالتجارۃ، قاہرہ،١٩٦٢،ج١،ص ٥٤۔ ابن عبدالبر ،ابی عمریوسف، جامع بیان العلم و فضلہ ، تحقیق ابی الاشیال الزہری ،دوار ابن الجوزی ، ب –ت حضرت علی ابن ابی طالب ١٦١١،ج١،ص ٨٥٣

18۔ صحیح بخاری ، کتاب الاحکام باب مایکر ہ من الحرص علی الامارۃ ، ج٤،ص ١٠٧

19۔ رشید رقیا ، الخلا فۃ او الامامۃ ، العظمی ، مطبعۃ ، المنار ، قاہرہ ، ١٣٤١ھ ص ١٠۔١٨

- Muhammad Iqbal The Reconstruction of Religious thought in Islam , Sheikh Muhammad Saed, Lahore , 1989, P 138 – 40

- Muhammad Asad ,Principles of state and Government in Islam , Gibralter, Dar-Ul-Andalus . 1980

20۔ سورۃالمائدہ ٥: ٨

21۔ سورۃالنساء ۴: ۵۸

22۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود علی الشریف، والوضیع ح ن ،ح۶۴۰۵

23۔ قشیری، مسلم بن حجاج ، الصحیح ، کتاب الزکوۃ ، باب فضل خفا الصد قة ،الفکر ، بیروت ، ب ــت
،ج ا،ص ۱۶

24۔ کرم شاہ،ضیائ النبی ﷺ ،ضیاء القرآن پبلیکیشنز،لاہور ب ت،ص ۵

25۔ سورۃالاعراف ۷: ۳

26۔ سورۃالمائدۃ ۵: ۴۴

27۔ سورۃالحشر ۵۹: ۷

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں۔

محمد حماد لکھوی،اسلام کا تصور، حکمرانی اوراس کی حدود واختیارات القلم ۲۰۰۹،ص۱۷۶۔۱۸۷

28۔ محمد صلاح الدین،بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،ب ت

29۔ النابلسی، محمد راتب، ریاض الصالحین ، باب درجات المسئو ولیة فی الاسلام کما وردفی هذا الحدیث ، قلتم راع ۔
اخرجه البخاری و مسلم فی صحیحها عن ابن عمر ، بتاریخ ۱۹۹۴-۰۱-۲۳

30۔ سجستانی ابی بکر عبداللہ بن دسلیمان ابی داؤد،سنن ابی داود ، کتاب القضاء باقی الدین هل لِحبی ،ج۴،ص۴۷

31۔ خورشید احمد، نفاذ شریعت،اہمیت اور اقدامات عالمی ترجمان القرآن،دسمبر ۲۰۱۵،ص۲۹ -۳۰